جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

ماہنامہ مصلح موعود نمبر جرمنی

اخبار احمدیہ

مدیر:- نعیم احمد نیر

جلد نمبر 9 ماہ تبلیغ 1382ھش بمطابق فروری 2003ء شمارہ نمبر 2

رحمت کا نشان

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں، اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کردیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔......سو تجھے مبارک ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

وہ پیشگوئی جو مصلح موعود کے متعلق تھی خدا تعالیٰ نے میری ہی ذات کے لئے مقدر کی ہوئی تھی

حضرت خلیفة المسیح الثانی رض کا وہ تفصیلی رویا جس کی بناء پر آپ نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا

حضرت خلیفة المسیح الثانی رض نے جنوری 1944ء میں ایک رؤیا دیکھا اور اس کی بناء پر آپ رض نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ آپ رض نے اس رؤیا کا تفصیلی ذکر ان الفاظ میں فرمایا۔

میں نے دیکھا، میں ایک مقام پر ہوں جہاں جنگ ہو رہی ہے۔ وہاں کچھ عمارتیں ہیں، نہ معلوم وہ گڑھیاں ہیں یا ٹرنچز ہیں۔ بہر حال وہ جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی کچھ عمارتیں ہیں۔ وہاں کچھ لوگ ہیں جن کے متعلق میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہماری جماعت کے لوگ ہیں یا یونہی مجھے اُن سے تعلق ہے۔ میں ان کے پاس ہوں۔ اتنے میں مجھے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے جرمن فوج نے جو اس فوج سے جس کے پاس مَیں ہوں، برسرِ پیکار ہے، یہ معلوم کرلیا ہے کہ میں وہاں ہوں اور اس نے اس مقام پر حملہ کردیا ہے اور وہ حملہ اتنا شدید ہے کہ اس جگہ کی فوج نے پسپا ہونا شروع کردیا۔ یہ کہ وہ انگریزی فوج تھی یا امریکن یا کوئی اور فوج تھی، اس کا مجھے اس وقت کوئی خیال نہیں آیا۔ بہر حال وہاں جو فوج تھی اس کو جرمنوں سے دبنا پڑا اور اس مقام کو چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹ گئی۔ جب وہ فوج پیچھے ہٹی تو جرمن اس عمارت میں داخل ہوگئے جس میں مَیں تھا۔ تب میں خواب میں کہتا ہوں دشمن کی جگہ پر رہنا درست نہیں اور یہ مناسب نہیں کہ اب اس جگہ ٹھہرا جائے۔ یہاں سے ہمیں بھاگ چلنا چاہیئے۔ اس وقت میں رؤیا میں صرف یہی نہیں کہ تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دوڑتا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ ہی دوڑتے ہیں اور جب میں نے دوڑنا شروع کیا تو رؤیا میں مجھے یوں معلوم ہوا۔ جیسے

اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی چلی جارہی ہے

میں انسانی مقدرت سے زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑ رہا ہوں اور کوئی ایسی زبردست طاقت مجھے تیزی سے لے جارہی ہے کہ میلوں میل مَیں ایک آن میں طے کرتا جارہا ہوں۔ اس وقت میرے ساتھیوں کو بھی دوڑنے کی ایسی ہی طاقت دی گئی مگر پھر بھی وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اور میرے پیچھے ہی جرمن فوج کے سپاہی میری گرفتاری کے لئے دوڑتے آرہے ہیں۔ مگر شاید ایک منٹ بھی نہیں گذرا ہوگا کہ مجھے رؤیا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمن سپاہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر میں چلتا چلا جاتا ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی چلی جارہی ہے یہاں تک کہ مَیں ایک ایسے علاقے میں پہنچا جو دامنِ کوہ کہلانے کا مستحق ہے۔ ہاں جس وقت جرمن فوج نے حملہ کیا ہے رؤیا میں مجھے یاد آتا ہے کہ کسی سابق نبی کی کوئی پیشگوئی ہے یا خود میری کوئی پیشگوئی ہے۔ اُس میں اِس واقعہ کی خبر پہلے سے دی گئی تھی اور تمام نقشہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب وہ موعود اس مقام سے دوڑے گا اور پھر فلاں جگہ جائے گا۔ چنانچہ رؤیا میں جہاں میں پہنچا ہوں وہ مقام اس پیشگوئی کے عین مطابق ہے اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ ایک خاص رستہ ہے جسے میں اختیار کرونگا اور اس راستہ کے اختیار کرنے کی وجہ سے دنیا میں بہت اہم تغیرات ہونگے اور دشمن مجھے گرفتار کرنے میں ناکام رہیگا۔ چنانچہ جب میں یہ خیال کرتا ہوں تو اس مقام پر مجھے کئی ایک پگڈنڈیاں نظر آتی ہیں جن میں سے کوئی کسی طرف جاتی ہے اور کوئی کسی طرف۔ میں ان

ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں

پگڈنڈیوں کے بالمقابل دوڑتا چلا گیا ہوں تا معلوم کروں کہ پیشگوئی کے مطابق مجھے کس کس راستہ پر جانا چاہیے اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجھے تو یہ معلوم نہیں کہ مَیں نے کس راستہ سے جانا ہے اور میرا کس راستہ سے جانا خدائی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ ایسا نہ ہو میں غلطی سے کوئی ایسا راستہ اختیار کرلوں جس کا پیشگوئی میں ذکر نہیں۔ اس وقت میں اس سڑک کی طرف جارہا ہوں جو سب سے آخر میں بائیں طرف ہے۔ اس وقت میں دیکھتا ہوں کہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر میرا ایک ساتھی ہے اور وہ مجھے آواز دیکر کہتا ہے کہ اس سڑک پر نہیں دوسری سڑک پر جائیں اور میں اس کے کہنے پر اس سڑک کی طرف جو بہت دُور ہٹ کر ہے واپس لوٹتا ہوں۔ وہ جس سڑک کی طرف مجھے آوازیں دے رہا ہے، انتہائی دائیں طرف ہے اور جس سڑک کو میں نے اختیار کیا تھا وہ انتہائی بائیں طرف تھی۔ پس چونکہ میں انتہائی بائیں طرف تھا اور جس طرف وہ مجھے بُلا رہا تھا وہ انتہائی دائیں طرف تھی۔ اس لئے میں لوٹ کر اس سڑک کی طرف چلا۔ مگر جس وقت میں پیچھے کی طرف واپس ہٹا۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں اور اس زبردست طاقت نے مجھے پکڑ کر درمیان میں سے گزرنے والی ایک پگڈنڈی پر چلا دیا۔ میرا ساتھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے کہ اُس طرف نہیں اِس طرف، اُس طرف نہیں اِس طرف۔ مگر مَیں اپنے آپ کو بالکل بے بس پاتا ہوں اور درمیانی پگڈنڈی پر بھاگتا چلا جاتا ہوں (حضرت المصلح الموعود رض نے ان راستوں کو ایک خاکہ کی شکل میں دکھایا ہے جسکے مطابق پگڈنڈی کا رُخ مشرق سے مغرب کی طرف ہے۔ ناقل)

جب میں تھوڑی دور چلا تو مجھے وہ نشانات نظر آنے لگے جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے۔ اور میں کہتا ہوں میں اُسی راستہ پر آگیا جو خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں بیان فرمایا تھا۔ اُس وقت رؤیا میں مَیں اس کی کچھ توجیہہ بھی کرتا ہوں کہ مَیں درمیانی پگڈنڈی پر جو چلا ہوں تو اس کا کیا مطلب ہے۔ چنانچہ جس وقت میری آنکھ کھلی، معاً مجھے خیال آیا کہ دایاں اور بایاں راستہ جو رؤیا میں دکھایا گیا ہے اُس میں بائیں راستہ سے مراد خالص دُنیوی کوششیں اور تدبیریں ہیں اور دائیں راستہ سے مراد خالص دینی طریقِ دُعا اور عبادتیں وغیرہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ ہماری جماعت کی ترقی درمیانی راستہ پر چلنے سے ہوگی۔ یعنی کچھ تدبیریں اور کوششیں ہوں گی اور کچھ دُعائیں اور تقدیریں ہوں گی اور پھر یہ بھی میرے ذہن میں آیا کہ دیکھو قرآن شریف نے امتِ محمدیہ کو اُمةً وسطاً قرار دیا ہے۔ اس وسطی راستہ پر چلنے کے یہی معنے ہیں کہ یہ اُمت اسلام کا کامل نمونہ ہوگی اور چھوٹی پگڈنڈی کی یہ تعبیر ہے کہ راستہ گو درست راستہ ہے مگر اس میں مشکلات بھی ہوتی ہیں۔ غرض میں اس راستہ پر چلنا شروع ہوا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ دشمن بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اتنی دُور کہ نہ اس کے قدموں کی آہٹ سُنائی دیتی ہے اور نہ اس کے آنے کا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی میرے ساتھیوں کے پیروں کی آہٹیں بھی کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور وہ بھی بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر میں دوڑتا چلا جاتا ہوں اور زمین میرے پاؤں کے نیچے سمٹتی چلی جارہی ہے۔ اس وقت میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کے متعلق جو پیشگوئی تھی اس میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس راستہ کے بعد پانی آئے گا اور اس پانی کو عبور کرنا بہت مشکل ہوگا۔ اس وقت میں رستے پر چلتا تو چلا جاتا ہوں مگر ساتھ ہی کہتا ہوں۔ وہ پانی کہاں ہے؟ جب میں نے یہ کہا۔ وہ پانی کہاں ہے،

اس جھیل کے پار ہونا پیشگوئی کے مطابق ضروری ہے

تو یکدم میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے پر کھڑا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس جھیل کے پار ہونا پیشگوئی کے مطابق ضروری ہے۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ جھیل پر کچھ چیزیں تیر رہی ہیں۔ وہ ایسی لمبی ہیں جیسے سانپ ہوتے ہیں اور ایسی باریک اور ہلکی چیزوں سے بنی ہوئی ہیں جیسے بئے (چھوٹی چڑیا) وغیرہ کے گھونسلے نہایت باریک تنکوں کے ہوتے ہیں وہ اُوپر سے گول ہیں جیسے اژدھا کی پیٹھ ہوتی ہے اور رنگ ایسا ہے جیسے بئے کے گھونسلے سے سفیدی زردی اور خاکی رنگ ملا ہوا۔ وہ پانی پر تیر رہی ہیں اور ان کے اُوپر کچھ لوگ سوار ہیں جو اُن کو چلا رہے ہیں۔ خواب میں میں سمجھتا ہوں یہ بت پرست قوم ہے اور جن چیزوں پر یہ لوگ سوار ہیں۔ اُن کے بُت ہیں اور یہ سال میں ایک دفعہ اپنے بتوں کو نہلاتے ہیں اور اب بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو نہلانے کی غرض سے مقررہ گھاٹ کی طرف لے جارہے ہیں اور جب مجھے کوئی اور چیز پار لیجانے کے لئے نظر نہ آئی تو میں

اِس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے

نے زور سے چھلانگ لگائی اور ایک بت پرست پر سوار ہوگیا۔ تب میں نے سنا۔ بتوں کے پجاری زور زور سے مشرکانہ عقائد کا اظہار منتروں اور گیتوں کے ذریعہ سے کرنے لگے۔ اس پر میں نے دل میں کہا کہ اِس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے اور بڑے زور زور سے میں نے توحید کی دعوت اُن لوگوں کو دینی شروع کی اور شرک کی برائیاں بیان کرنے لگا۔ تقریر کرتے ہوئے مجھے یُوں معلوم ہوا کہ میری زبان اُردو نہیں بلکہ عربی ہے۔ چنانچہ میں عربی میں بول رہا ہوں اور بڑے زور سے تقریر کررہا ہوں۔ رویاء میں ہی مجھے خیال آتا ہے کہ ان لوگوں کی زبان تو عربی نہیں۔ یہ میری باتیں کس طرح سمجھیں گے۔ مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ گو اِن کی زبان کوئی اور ہے مگر یہ میری باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں اسی طرح ان کے سامنے عربی میں تقریر کررہا ہوں اور تقریر کرتے کرتے بڑے زور سے اُن کو کہتا ہوں کہ تمہارے یہ بت اس پانی میں غرق کئے جائیں گے اور خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ ابھی میں تقریر کرہی رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اس کشتی نما بُت والا جس پر میں سوار ہوں یا اس کے ساتھ کے بُت والا بُت پرستی چھوڑ کر میری باتوں پر ایمان لے آیا ہے اور موحّد ہوگیا ہے۔ اس کے بعد اثر بڑھنا شروع ہوا۔ اور ایک کے بعد دوسرا۔ اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ اور تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں شخص میری باتوں پر ایمان لاتا، مشرکانہ باتوں کو ترک کرتا اور مسلمان ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنے میں ہم جھیل پار کرکے دوسری طرف پہنچ گئے۔ جب ہم جھیل کے دوسری طرف پہنچ گئے تو میں حکم دیتا ہوں کہ ان بتوں کو جیسا کہ پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا، پانی میں غرق کردیا جائے۔ اس پر جو لوگ موحّد ہوچکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی موحّد تو نہیں ہوئے مگر ڈھیلے پڑ گئے ہیں، میرے سامنے جاتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل میں اپنے بتوں کو جھیل میں غرق کردیتے ہیں اور میں خواب میں حیران ہوں کہ یہ تو کسی تیرنے والے کے مادے بنے ہوئے تھے یہ اس آسانی سے جھیل کی تہہ میں کس طرح چلے گئے۔ صرف پُجاری پکڑ کر اُن کو پانی میں غوطہ دیتے ہیں اور وہ پانی کی گہرائی میں جاکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کے بعد میں کھڑا ہوگیا (بقیہ صفحہ ۴ پر)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا سفر یورپ 1924ء

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو ۱۹۲۴ء میں ویمبلے کانفرنس لندن کی انتظامیہ کی طرف سے لیکچر کی دعوت ملی تو اس وقت اگرچہ جماعت کے ظاہری حالات کے ساتھ ساتھ خود حضور کی صحت بھی اس سفر کی اجازت نہ دیتی تھی مگر اس کے باوجود حضور نے اعلائے کلمۃ اللہ کے جوش سے خاص منشائے الٰہی کے تحت یورپ کا یہ سفر اختیار فرمایا جس کے نتیجہ میں حضورؓ کو ذاتی طور پر دجالی کمین گاہوں کا معائنہ فرمانے اور تبلیغی نظام میں اصلاحات کرنیکا موقع ملا نیز اس سفر کی بیشمار برکات میں سے ایک عظیم الشان پھل مسجد فضل لندن کا سنگ بنیاد رکھا جانا تھا۔ جس کے منبر سے بانٹا جانے والا روحانی مائدہ آج زمین کے کناروں تک پہنچ رہا ہے۔ حضورؓ کے اس سفرنامہ کے حالات اراکینِ قافلہ نے اپنے خطوط میں تحریر فرمائے، جنہیں کتابی شکل میں ”سفر یورپ اول،، کے نام سے ملک صلاح الدین صاحب مرحوم نے شائع کیا۔ ذیل میں اسی سفرنامہ میں سے بعض واقعات ہدیہ قارئین ہیں۔

حضورؓ کے ہمراہ سفر یورپ کے شرکاء

اس سفر یورپ میں حسبِ ذیل اصحاب حضور کے ہمرکاب ہیں۔ جناب چوہدری ظفراللہ خان صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لاء پہلے روانہ ہوچکے ہیں جو ولایت میں اس وفد میں شامل ہوجائیں گے اور ترجمان انگریزی کی خدمات بجالائیں گے۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب بطور خود حضرت صاحب کیساتھ جارہے ہیں اور غالبًا واپسی پر مصر میں کچھ عرصہ قیام کرینگے۔ جناب چوہدری فتح محمد خاں صاحب ایم اے سیکرٹری تبلیغ۔ جناب مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے پرائیویٹ سیکرٹری۔ جناب ذوالفقار علی خاں صاحب جنرل سیکرٹری۔ جناب حافظ روشن علی صاحب عالم۔ جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری عالم وترجمان۔ جناب شیخ یعقوب علی صاحب پریس رپورٹر۔ جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب مشیر طبی۔ بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی خادم خاص۔ چوہدری علی محمد صاحب خادم خاص۔ میاں رحم دین صاحب باورچی۔

یورپ کے تمدن کا مقابلہ

حضور نے بیان فرمایا کہ یورپ کے متعلق مجھے اس بات کا خطرہ اور فکر نہیں ہے کہ ان کا مذہب کیونکر فتح کیا جائیگا۔ مذہب کے متعلق تو مجھے یقین ہے کہ عیسائیت اسلام کے سامنے جلد تر سرنگوں ہوگی۔ مجھے اگر فکر ہے تو صرف یہ ہے کہ یورپ کا تمدن اور یورپ کی ترقی۔ Intellectual (دماغی ترقی) کا کیونکر مقابلہ کیا جاوے۔ یہی دو باتیں ایسی ہیں کہ میں راتوں کو اس فکر میں گذار دیتا ہوں۔ گھنٹوں اس بچار میں پڑا رہتا ہوں۔ ان اقوام کا یہ اصول ہے کہ تمام وہ چیزیں جو ترقی کرنے والی قوم کے راستہ میں روک ہیں ان کو ہٹا دیا جاوے اور اس کے واسطے اکثر انہوں نے سینکڑوں نہیں ہزاروں جانوں کو بھی ضائع کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ اگر جنگلی جھاڑیوں کو کاٹ کر ان کی بجائے پھل دار اور پھول پیدا کرنے والے درخت لگادیئے جائیں تو کیا حرج ہے اور کس کو اعتراض ہے؟ اس اصل کے ماتحت ان لوگوں نے بعض جگہ عورتوں اور بچوں تک کے قتل سے دریغ نہیں کیا۔ بھاگتی عورتیں قتل کی گئیں۔ ان لوگوں کی کتابیں اور مضامین میں نے پڑھے ہیں۔ ان لوگوں نے ایشیا کو پھاڑنے کی غرض سے ایک سکیم بنائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنگا پور سے اب یہ حملہ کریں گے اور ایشیاء کو دو ٹکڑے کر کے الگ الگ ان کو مفتوح کرنے کی کوشش کریں گے۔ بہت ہی باریک اور وسیع سکیم ہے۔ اس کے مقابلہ میں مَیں نے سوچا ہے کہ ایشیاء کو ابھی سے تیار کرنا چاہیے ورنہ ایشیاء کی ہستی بالکل اب معرض خطر میں ہے۔ ایک تجویز تو میں نے یہ سوچی ہے کہ ایشیاء اپنے تمدّن پر سختی سے قائم ہوجائے اور اس کے خلاف یورپ کے تمدّن اور ان کے لباس وغیرہ کو ترک کردے۔ اپنی آئندہ نسلوں کے دلوں میں اس بات کے لئے ایک حمیّت اور غیرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاوے کہ ہمارا تمدّن، ہمارا لباس ان لوگوں سے اعلیٰ ہے اور ہم ان کے مقابلہ میں ان سے معزز تر ہیں۔ ان خیالات کے پیدا ہوجانے کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر یورپ کا افسوں ایشیاء پر ہرگز ہرگز کارگر نہ ہوگا۔ اس بیان میں فرماتے فرماتے فرمایا کہ انگریزی لباس سے مجھے سخت چڑ ہے۔ چنانچہ مبلغوں کو یورپ جاتے وقت میں نے یہ ہدایت کی تھی کہ ہیٹ اور پتلون ہرگز نہ

سفر یورپ 1924 کے دوران حضورؓ کا بحری جہاز سے ایک ولولہ انگیز خط

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھوالناصر

علی الصباح کہ ہردم بہ کاروبار روند بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

آج جہاز عدن کے قریب ہورہا ہے۔ صبح ۴ بجے خشکی پر جہاز لگے گا۔ طوفان کے علاقہ سے جہاز خدا کے فضل سے نکل آیا ہے اور اب ہموار پانیوں میں چل رہا ہے۔ مسافر جو کئی دنوں سے کمروں میں بند تھے اب باہر نکل کر سیر کررہے ہیں اور خوشگوار ہوا اور عمدہ موسم سے لطف اٹھا رہے ہیں۔ کچھ تو تاش میں مشغول ہیں جس کے ساتھ جوئے کا شغل بھی ہے۔ کچھ شراب کے گلاس اُڑا رہے ہیں، کچھ صحن میں بینچوں پر لاتیں پھیلا کر ہوا کھا رہے ہیں۔ کئی سو بھی گئے ہیں۔ رات کا وقت ہے اور رات بھی خاصی گذر گئی ہے۔ مجھے لوگ کہتے ہیں کل رات آپ کم سوئے تھے، اب سو جایئے مگر عدن قریب آرہا ہے اور جہاز وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے گا۔ اگر میں اس وقت اپنا قلم رکھ دیتا ہوں تو پھر مجھے عدن کے بعد ہی کچھ لکھنے کا موقعہ ملیگا۔ اس لئے میں ان دوستوں کی نصیحت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بھی کہتا ہوں کہ خط نصف ملاقات ہوتی ہے۔ میں خدا کی مشیت کے ماتحت اپنے دوستوں کی پوری ملاقات سے تو ایک وقت تک محروم ہوں پس مجھے آدھی ملاقات کا لطف اُٹھانے دو۔ مجھے چھوڑو کہ میں خیالات وافکار کے پر لگا کر کاغذ کی ناؤ پر سوار ہو کر اس مقدس سرزمین میں پہنچوں جس سے میرا جسم بنا ہے اور جس میں میرا ہادی اور رہنما مدفون ہے اور جہاں میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت، دوستوں کی جماعت رہتی ہے۔ ہاں پیشتر اسکے کہ ہندوستان کی ڈاک کا وقت نکل جائے، مجھے اپنے دوستوں کے نام ایک خط لکھنے دو تا میری آدھی ملاقات سے وہ مسرور ہوں اور میرے خیالات تھوڑی دیر کیلئے خالص اسی سرزمین کی طرف پرواز کر کے مجھے دیارِ محبوب سے قریب کردیں۔ لوگوں کو آرام کرنے دو، کھیلنے دو، شراب پینے دو۔ میری کھیل اپنے آقا کی خدمت ہے اور میری شراب اپنے مالک کی محبت ہے اور میرا آرام اپنے دوستوں کا قرب ہے خواہ خیال سے ہی کیوں نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ کسی چیز کی قدر اس کے کھوئے جانے سے ہی ہوتی ہے۔ میں نے اس سفر میں یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ دوست جو پہلے اس خیال کے اثر کے نیچے کہ ادھر میں ولایت گیا اور ادھر یورپ فتح ہوا۔ اصرار کررہے تھے کہ ضرور میں خود ولایت جاؤں اور اس فتح کے دن کو ان کے قریب کردوں۔ جس دن کہ میں روانہ ہورہا تھا۔ ماہی بے آب کی طرح بے تاب ہورہے تھے اور کئی افسوس کررہے تھے کہ ہم نے جانے کا مشورہ کیوں دیا۔ میں بھی جس نے باوجود اس امر کے علم کے کہ موسم سخت ہے اور طوفان کے دن ہیں، ارادہ کرلیا تھا کہ اس موقعہ پر ضرور مغرب کا سفر کروں اور اسلام کی اشاعت کی سکیم تجویز کروں۔ دل میں محسوس کرتا تھا کہ جدائی کا ارادہ کرلینا تو آسان ہے مگر جدا ہوجانا خواہ چند دن کیلئے ہی ہو سخت مشکل ہے۔ آہ! وہ اپنے دوستوں سے رخصت ہونا، ان دوستوں سے جن سے ملکر میں نے عہد کیا تھا کہ اسلام کی عظمت کو دنیا میں قائم کروں گا اور خدا تعالیٰ کے نام کو روشن کروں گا۔ ہاں ان دوستوں سے جنکے دل میرے دل سے اور جن کی روحیں میری روح سے اور جن کی خواہشات میری خواہشات سے اور جن کے ارادے میرے ارادوں سے بالکل متحد ہوگئے تھے۔ حتی کہ اس شعر کا مضمون ہم پر صادق آتا تھا کہ

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

کیسا اندوہناک تھا۔ کیسا حسرت خیز تھا۔ وہ دل جو اس محبت سے ناآشنا ہے جو مجھے احمدی جماعت سے ہے اور وہ دل جو اس محبت سے ناآشنا ہے جو احمدی جماعت کو مجھ سے ہے، وہ اس حالت کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ اور کون ہے جو اس درد سے آشنا ہو جس میں ہم شریک ہیں کہ وہ اس کیفیت کو سمجھ سکے۔ لوگ کہیں گے کہ جدائی روز ہوتی ہے اور علیحدگی زمانے کے خواص میں سے ہے۔ مگر کون اندھے کو سورج دکھائے اور بہرے کو آواز کی دلکشی سے آگاہ کرے۔ اس نے کب للہ اور فی اللہ محبت کا مزہ چکھا کہ وہ اس لطف اور اس درد کو محسوس کرے۔ اس نے کب اس پیالہ کو پیا کہ وہ اسکی مست کردینے والی کیفیت سے آگاہ ہو۔ دنیا میں لیڈر بھی ہیں اور انکے پیرو بھی، عاشق بھی ہیں اور انکے معشوق بھی اور انکے محبوب بھی مگر۔ ہر گلِ را رنگ وبوئے دیگر است

کب ان کو اس ہاتھ نے تاگے میں پرو دیا جس نے ہمیں پرو دیا؟ آہ نادان کیا جانیں کہ خدا کے پروئے ہوؤں اور بندوں کے پروئے ہوؤں میں فرق ہوتے ہیں۔ بندہ لاکھ پروئے پھر بھی سب موتی جدا کے جدا رہتے ہیں مگر خدا کے پروئے ہوئے موتی کبھی جدا نہیں ہوتے۔ وہ اس دنیا میں بھی اکٹھے رہتے ہیں اور اگلے جہاں میں بھی اکٹھے ہی رکھے جاتے ہیں۔ پھر ان کے دلوں کے اتصال اور ان کے قلوب کی یگانگت پر کسی اور جماعت یا اور تعلق کا قیاس کرنا نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟ غرض کہ اس سفر نے اس پوشیدہ محبت کو جو احمدی جماعت کو مجھ سے تھی اور جو مجھے ان سے تھی، نکال کر باہر کردیا اور ہمارے چھپے ہوئے راز ظاہر ہوگئے اور ان کا ظاہر ہونے کا حق بھی تھا۔ نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

اے عزیزو! میں آپ سے دور ہوں مگر جسم دور ہے روح نہیں۔ میرا جسم کا ذرہ ذرہ اور میری روح کی ہر طاقت تمہارے لئے دُعا میں مشغول ہے۔ اور سوتے جاگتے میرا دل تمہاری بھلائی کی فکر میں ہے۔ میں اپنے مقصد کے متعلق جہاز میں ہی ایک حصہ کا فیصلہ کرچکا ہوں اور اپنے وقت پر اس کو ظاہر کردوں گا۔ مگر آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے جس قدر ہندوستان میں یقین تھا کہ اگر اسلام پھیل سکتا ہے تو آپ لوگوں کے ذریعہ سے اب اس سے بہت زیادہ یقین ہے۔ آہ تم ہی وہ خدا کا عرش ہو جس پر سے خدا تعالیٰ حکومت کررہا ہے۔ تم کو خدا نے نور دیا ہے جبکہ دنیا اندھیروں میں ہے۔ تم کو خدا نے ہمت دی ہے جبکہ دنیا مایوسیوں کا شکار ہورہی ہے۔ تم کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے جبکہ دنیا اس کے غضب کو اپنے پر نازل کررہی ہے۔ اور کیوں نہ ہو تم خدا کی پاک جماعت ہو۔ تمہارے دل اس کے عرش ہیں۔ آہ! اندھی دنیا کو کیا معلوم ہے کہ جب ایک احمدی ان کے محلّہ میں پھرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کا سورج ہے جو اس کے ظلمت کدہ کو منور کررہا ہے۔ مگر اندھے کو روشنی کون دکھائے؟ خوبصورت چہرہ بدصورت کے مقابلہ پر ہی زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے اور میں دنیا کو دیکھ کر اس جماعت کی خوبصورتی کو دیکھتا ہوں۔ کاش! لوگ میری آنکھیں لیتے اور پھر دیکھتے۔ کاش! لوگوں کو میرے کان ملتے اور پھر وہ سنتے۔ تب وہ تم میں وہ کچھ دیکھتے جس کے دیکھنے اور سننے کی انہیں امید نہ تھی۔ مگر ہر امر کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ جب مسیح موعودؑ کی قوتِ قدسیہ کو لوگ دیکھیں گے۔ کاش! ہم بھی اس دن کو جو خدا کے پہلوان کی فتح کا دن ہوگا، دیکھیں۔

اے عزیزو! اب میں اپنے خط کو ختم کرتا ہوں مگر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صاف کپڑے کی نگہداشت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ مَیلے پر اور مَیل بھی لگ جائے تو اس کا پتہ نہیں لگتا۔ پس اپنے آپ کو صاف رکھو تا قدوس خدا تمہارے ذریعہ سے اپنے قدس کو ظاہر کرے اور اپنے چہرہ کو بے نقاب کرے۔ اتحاد، محبت، ایثار، قربانی، اطاعت، ہمدردی بنی نوع انسان، عفو، شکر، احسان اور تقویٰ کے ذریعہ سے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کا ہتھیار بننے کے قابل بناؤ۔ یاد رکھو! تمہاری سلامتی سے ہی آج دین کی سلامتی ہے اور تمہاری ہلاکت سے ہی دین کی ہلاکت۔ دنیا تم کو تباہ کرنے کی کوشش کرتی ہے مگر مجھے اس کا فکر نہیں۔ اگر تم خدا کو ناراض کر کے خود اپنے آپ کو ہلاک نہ کرلو تو دنیا تم کو ہلاک نہیں کرسکتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے تم کو بڑھنے کے لئے پیدا کیا ہے، نہ ہلاک ہونے کے لئے۔ لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہتا تھا مگر اب ۲ بجنے کو ہیں۔ پس میں اس خط کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ بھی ہو اور ہمارے ساتھ بھی، آمین۔

خاکسار مرزا محمود احمد (۲۲ جولائی ۱۹۲۴ء)

پہنیں۔ بلکہ یہاں تک بھی فرمایا کہ اگر ہمارے بچوں میں سے کوئی پتلون اور ہیٹ کا استعمال کرے تو اس کو بید کی سزا دینی چاہیے۔

فرمایا! جس قوم کے پاس لباس بھی اپنا نہیں اور دوسرے کے لباس کو اپنے سے اچھا سمجھ کر اسے اختیار کر لینا چاہتی ہے اس قوم نے اس کا مقابلہ کیا کرنا ہے؟ فرمایا! آنحضرتؐ نے عربوں کی آنکھ کھلتے ہی اس اصل کو تاڑ لیا تھا اور حضور نے دیکھا کہ اب یہ قوم خوابِ غفلت سے جاگی ہے۔ ترقی کا خیال اس کے دل میں موجزن ہے۔ مبادا یہ رومیوں یا نصرانیوں کی ترقیات کے سامنے سرنگوں ہو کر انہی کے طرز کو پسند کرلیں۔ اسی علاج کیلئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا خَالِفُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارىٰ الخ اور مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ اور حقیقت یہی ہے کہ جو کسی قوم کے لباس اور تمدّن کو قبول کر لیتا ہے وہ دل سے انہی کا ہوتا ہے۔ دل اس کا ان کی عظمت اور بڑائی کا قائل ہو چکا ہوتا ہے۔ گو قولاً نہیں مگر فعلاً اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس قوم کا لباس یا وہ بات اس کے لباس وغیرہ سے بہتر ہے اور اسی طرح اپنی شکست کا اقرار کرتا ہے۔ الغرض حضور نے اس مضمون پر بہت ہی لمبی اور بسیط تقریر فرمائی۔ حضور جب کمرے سے تشریف لائے تھے تو چہرہ اترا ہوا تھا مگر اس تقریر کے دوران میں حضور کا چہرہ تمتما اٹھا اور آواز میں زور اور شوکت تھی اور غیرت اور حمیت کا ایک دریا تھا جو موجزن تھا۔

اغراضِ سفر

حضور نے فرمایا۔ جس کام کیلئے میں جا رہا ہوں وہ اپنی نوعیت میں بالکل نرالا ہے۔ ایسا نرالا کہ اب تک ہمارے بعض دوست بھی اس کو نہیں سمجھے۔ میں نے سنا کہ ایک دوست ریل میں ایک غیر احمدی کو سمجھا رہے تھے کہ ان کے ولایت جانے کی غرض تبلیغِ اسلام ہے حالانکہ گو تبلیغ اسلام ہر اک کا فرض ہے اور میرا بھی مگر جیسا کہ میں نے بوضاحت لکھا ہے تبلیغ کے لئے باہر جانا خلیفہ کے لئے درست نہیں۔ اس کا اصل کام تبلیغ کی نگرانی ہے۔ اس کا مبلغ کے طور پر باہر جانا سلسلہ کے لئے ایسی خطرناک مشکلات پیدا کر سکتا ہے جن سے باہر نکلنا مشکل ہو جائے۔ پس یہ سفر تبلیغ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ تبلیغ کی مشکلات کو معلوم کرنے اور ایسا مقامی علم حاصل کرنے کے لئے ہے جو آئندہ مغربی ممالک میں تبلیغ کرنے کے لئے ممد ہو اور ان خطرناک آفات کو معلوم کرنے اور ان کا علاج دریافت کرنے کے لئے جو مغربی ممالک میں اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ہی پیدا ہونے والی ہیں اور جن کو اگر پہلے مدنظر نہ رکھا گیا تو اسلام کا مغرب میں پھیلنا اسلام کی تباہی کا موجب ہوگا۔

کام کی مشکلات

ان مشکلات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ ممالک جو اسلامی کہلاتے ہیں وہ بھی یورپ کی تہذیب کے اثر کے نیچے پردہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ عورت اور مرد کے اکٹھے ناچ کا ان میں رواج پایا جاتا ہے۔ سود عام ہو چکا ہے۔ جب یہ اثر یورپ کے لوگوں نے صرف ملاقات سے ان مسلمان قوموں پر ڈال دیا ہے جو نسلاً بعد نسل مسلمان چلی آتی ہیں اور جو اس سے پہلے اسلامی احکام کی عادی ہو چکی تھیں تو کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ یہ قومیں مسلمان ہو کر ان عادات کو چھوڑ دیں گی؟ لیکن اگر یہ مسلمان ہو کر ان عادات کو قائم رکھیں تو یقیناً دوسری اسلامی دنیا جو اس وقت تک اسلامی احکام پر قائم ہے ان کو مسلمان بھائی خیال کر کے اپنی پہلی حالت کو بدل دے گی۔ کیونکہ یورپ کو دنیا کے خیالات پر ایسی حکومت ہے کہ وہ مسمریزم سے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ جب یورپ مسلمان ہوا تو مسلمانوں پر اس کے خیالات کا اثر اور بھی بڑھ جائے گا اور جس بات کو یورپ معمولی کہے گا وہ بھی معمولی سمجھنے لگیں گے۔

سفر کی غرض پر انگریزوں کو تعجب

خلاصہ یہ کہ ہمارے کام کی مشکلات میں سے ایک یہ مشکل ہے کہ اس کی اہمیت کو لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ حتیٰ کہ ابھی اپنی جماعت کے بعض لوگ بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ مگر یورپ کے لوگ فوراً سمجھ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کاموں کے عادی ہیں۔ اس قدر عرصہ سے ہم یورپ میں تبلیغ کر رہے ہیں۔ کبھی اس پر انگریزوں نے تعجب نہیں کیا لیکن میرے سفر کی غرض معلوم کر کے تمام تعجب کر رہے ہیں۔ مکرمی ذوالفقار علی خاں صاحب ایک کام کے لئے پچھلے دنوں شملہ گئے تھے۔ وہاں گورنمنٹ کے مختلف انگریز وزراء سے ان کی گفتگو ہوئی۔ وہ شوق سے اس سفر کی غرض دریافت کرتے اور جب غرض کو معلوم کرتے تو سخت حیرت کا اظہار کرتے اور میری نسبت پوچھتے کہ کیا وہ اس کام کو ممکن خیال کرتے ہیں؟ بلکہ ایک وزیر نے تعجب سے کہا کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یورپ مسلمان ہو کر پردہ کو بھی تسلیم کر لے گا؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ جہاز پر جو انگریز اس کو سنتا ہے سخت تعجب کرتا ہے۔ ایک انگریز سے بعض دوستوں کی گفتگو ہوئی، جب اس نے سفر کی وجہ سنی تو حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ کیا آپ کو ''کے نیوٹ'' کا قصہ معلوم ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں۔ تو وہ کہنے لگا کہ یہ ویسی ہی بات ہے۔

یورپ کے اسلامی تمدن کو قبول نہ کرنے کا خطرہ

مگر جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں اگر یہی بات ہو کہ یورپ اسلام کو قبول کر لے مگر اس کے تمدن کو قبول نہ کرے تو یہ کیسی خطرناک بات ہوگی۔ اسلام جو تیرہ سو سال سے بالکل محفوظ چلا آیا ہے، اس کی شکل کس طرح بدل جائے گی اور مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض کس طرح باطل ہو جائے گی۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پھر یورپ میں تبلیغ کے کام کو چھوڑ دو کیونکہ یورپ کسی غیر معروف، بے کس آدمی کا نام نہیں جو اپنے گھر میں بیٹھ رہتا ہے۔ اس کو اگر ہم اکیلا چھوڑ دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یورپ ایک زندہ طاقت کا نام ہے جس کی مثال اس ریچھ کی ہے جسے چھوڑنے کے لئے مسافر تیار تھا مگر وہ مسافر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ یورپ کا مذہب، یورپ کا تمدن، یورپ کا علم دنیا کو کھا رہا ہے اور کھاتا چلا جا رہا ہے۔ ہمارا اس کو چھوڑ دینا یہ مطلب رکھتا ہے کہ ہم اسے چھوڑ دیں کہ وہ اسلام کا جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس کو بھی کھا جائے اور ہماری تبلیغ کا میدان بالکل تنگ ہو جائے۔ ہم جس قدر آدمیوں کو ایک سال میں احمدی بناتے ہیں، اس سے کئی گنا لوگوں کو یورپ اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ پھر یورپ کی تصنیف کردہ کتب ہمارے بچے بھی پڑھتے ہیں اور ان سے متاثر ہونے کے خطرہ میں ہیں۔ پس یہ بالکل ناممکن ہے کہ ہم یورپ کو چھوڑ دیں۔

یورپی تمدّن چھوڑنے میں مشکلات

اب دوسری صورت یہ ہے کہ ہم یورپ میں سرنگ لگانی شروع کر دیں اور اس کے بغیر ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔ مگر یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک دن میں چار پانچ کروڑ لوگ مسلمان ہو جائیں اور ان کا الگ انتظام قائم ہو جائے، وہ الگ اپنی سوسائیٹی قائم کر لیں۔ لیکن اگر ایک ایک دو دو کر کے لوگ مسلمان ہوں تو وہ یورپ میں رہ کر یورپ کے تمدن کو چھوڑنا چاہیں بھی تو نہیں چھوڑ سکتے۔ مثلاً پردہ ہے۔ اول تو وہاں برادری اور دوستوں کے طنز کی برداشت ہی نو مسلم کے لئے ناممکن ہے اور اگر وہ تیار ہو تو پھر وہاں کے حالات روک ہیں۔ پردہ کرنے والوں ملکوں میں مکان ایسے بنائے جاتے ہیں کہ عورتیں گھر میں رہ کر بھی ہوا کھا سکیں۔ صحن ضرور ساتھ ہوتے ہیں مگر یورپ میں الگ صحن کا رواج نہیں۔ صرف کمروں میں لوگ رہتے ہیں۔ اب خیال کرنا کہ ایک نو مسلمہ رات اور دن ایک کمرہ میں بیٹھی رہے، بالکل عقل کے خلاف ہے۔ پھر ایک اور سوال یہ ہے کہ وہاں گذارہ اس قدر مشکل ہے کہ مرد کو سارا دن محنت کرنی پڑتی ہے اور وہ گھر کے کام میں عورت کی مدد نہیں کر سکتا۔ عورت اگر سودا نہ لائے تو گھر کا کام چل نہیں سکتا۔ وہ پردہ کرے تو گھر کا سودا کس طرح لائے۔ بیشک وہ نقاب سے کام لے سکتی ہے اور عورت کو سودا خریدنا منع نہیں ہے مگر پھر اور دقت ہے اور وہ یہ کہ یورپ ہندوستان کی طرح نہیں۔ وہاں گلیوں میں اس قدر موٹر چلتا رہتا ہے کہ جب تک آنکھیں پھاڑ کر اور ہوشیار ہو کر آدمی نہ چلے اس کی جان ہر وقت خطرے میں ہے۔ ایک شہر میں سینکڑوں آدمی ہر سال موٹروں کے نیچے آ کر مر جاتے ہیں۔ پس نقابیں پہن کر عورتوں کا پھرنا نہایت خطرناک ہے اور موجب ہلاکت ہے۔ چند مسلمان ہونے والی عورتوں یا مردوں کے لئے حکومتیں اپنے قانون نہیں بدلیں گی۔ مکان والے اپنے مکان نہیں توڑ ڈالیں گے۔ پھر وہ لوگ کریں تو کیا کریں؟ یہ تو ایک چھوٹی سے مثال ہے۔ ورنہ سینکڑوں دقتیں ہیں جو مغرب کی تبلیغ کے راستہ میں ہیں اور جن میں سے بہت سے ایسی ہیں کہ ان میں مغربی نو مسلم مجبور معلوم ہوتا ہے۔ پس یہی ہوگا کہ وہ اسلام کو قبول کر کے بھی اپنی رسموں کو نہیں چھوڑے گا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد وہ وہی کام کرتا رہے گا جو وہ پہلے کرتا تھا تو آہستہ آہستہ اس میں یہ خیال پیدا ہو جائے گا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام ایک بدلی صورت میں یورپ میں قائم رہے گا۔ اور ان سے آگے وہ اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ جس طرح یورپ نے مسیحیت کو تباہ کیا تھا، العیاذ باللہ وہ اسلام کو بھی دوستی کے جامہ میں تباہ کر دے گا۔ پس ہم دو آگوں میں ہیں اور ہماری مثال وہی ہے کہ ۔نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

اس مشکل کا علاج سوچنے کے لئے یا وہاں کے مقامی حالات معلوم کرنے کے لئے تاکہ مبلغوں کی سختی سے نگرانی ہو سکے اور جہاز کو چٹانوں میں سے بہ حفاظت گذارا جا سکے۔ اس سفر کی ضرورت پیش آئی ہے اور غالباً اب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ کیسی مشکل غرض ہے۔ سوائے خدا تعالیٰ کی مدد کے ہم اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے۔ مسلمان بنانا آسان ہے مگر اسلام کو ان سے بچانا مشکل ہے اور اس وقت میرے سفر کی یہی غرض ہے۔

یورپ میں اشاعتِ اسلام کے متعلق خطرہ

یورپ کے واقف کہتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ یورپ ضرور اسلام لائے گا مگر وہ ساتھ ہی اسلام کو بگاڑ دے گا اور اس کی شکل کو بالکل مسخ کر دے گا۔ بالکل ممکن ہے کہ یورپ میں چاروں طرف سے اللہ اکبر کی آوازیں آنے لگیں اور سب جگہ گرجوں کی جگہ مسجدیں بن جائیں۔ لیکن یہ فرق ظاہر کا ہوگا۔ لوگ تثلیث کی جگہ توحید کا دعویٰ کریں گے۔ مسیح کی جگہ رسول کریم صلعم کی عزت زیادہ کریں گے۔ مسیح موعود پر ایمان لائیں گے۔ گرجوں کی جگہ مسجدیں بنائیں گے مگر ان میں وہی ناچ گھر، وہی عورت اور مرد کا تعلق، وہی شراب، وہی سامانِ عشرت نظر آئیں گے۔ یورپ یہی رہے گا گو وہ بجائے عیسائی کہلانے کے مسلمان کہلائے گا۔ میری عقل یہی کہتی ہے کہ حالات ایسے ہی ہیں۔ مگر میرا ایمان کہتا ہے کہ تیرا فرض ہے کہ تو اس مصیبت کو جو اگر اسلام پر نازل ہوئی تو اس کو کچل دیگی۔ دور کرنے کی کوشش کر، غور کر، اور فکر کر اور دُعا کر، پھر غور کر اور فکر کر اور دُعا کر۔ اور پھر غور کر، اور فکر کر اور دُعا کر۔ کیونکہ تیرا خدا بڑی طاقتوں والا ہے۔ شاید وہ کوئی درمیانی راہ نکال دے اور اس تباہی کو جو اسلام کے سامنے ایک نئے رنگ میں کھڑی ہے دور کر دے۔ غیر احمدیوں کے لئے یہ دقت ہے کہ یورپ اپنی مخالفت سے ان کو تباہ کر دے گا۔ ہمارے لئے یہ مشکل ہے کہ یورپ اپنی دوستی سے ہمارے دین کو برباد کر دے گا۔ وہ تو اپنی حالت پر خوش ہیں، ہم لوگ خوش نہیں ہو سکتے۔ ان کو حکومتوں کی فکر ہے اور ہمیں اسلام کی۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اس مصیبت کے آنے سے پہلے اس کا علاج سوچیں اور یورپ کی تبلیغ کے لئے ہر قدم جو اٹھائیں اس کے متعلق پہلے غور کر لیں۔ اور (بقیہ صفحہ ۴ پر)

نشانِ رحمت

کلام حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکملؓ

اے عزیزو! یاد رکھو، بھول مت جانا کبھی
فروری کی بیسویں کو وحی جو نازل ہوئی
ایک رحمت کا نشاں فرزند جو موعود ہے
نام بھی محمود ہے اور کام بھی محمود ہے
ہم عطا فرمانے والے ہیں تجھے میرے حبیب
وہ بھی ہوگا آپ ہی کی طرح روحانی قریب
یہ ضروری ہے کہ وہ پیدا ہو بس نو سال میں
اس سے بڑھ سکتی نہیں مدّت کسی بھی حال میں
آئے گا روشن نشاں لے کر بصد عزّ وکمال
اور دے گا دین کے بارے میں جوابِ ہر سوال
چار سو عالم میں پھیلائے گا وہ اِسلام کو
اور مسیحائے محمدؐ کے پیارے نام کو
چوتھے مرکز کو بنا کر تین کو کردے گا چار
اور چوتھے بیٹے کی بیعت بھی لے گا نامراد
الغرض لا کر ثریّا سے وہ پھر ایمان کو
زندہ کردیگا بنی فارس کے ہر سلمان کو
پیشگوئی پوری ہوتی دیکھ لیں گے مومنین
اور پکار اُٹھیں گی قومیں یہ ہے صادق بالیقین
یارب اکملؔ کو عطا کر دولت ایمانِ قلب
خاتمہ بالخیر ہو انعام ہو جائیں نہ سلب

Vol. 8 Monthly **Akhbar-e-Ahmadiyya** Germany Issue 10

National Shoba Tasneef, Ahmadiyya Muslim Jamaat, Genfer Str. 11, 60437 Frankfurt/M, Germany, Tel.: 069-50688652, Fax: 50688655

بقیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی رؤیا

اور پھر انہیں تبلیغ کرنے لگ گیا۔ کچھ لوگ تو ایمان لا چکے تھے مگر باقی قوم ساحل پر تھی۔ ابھی ایمان نہیں لائی تھی۔ اس لئے میں نے اُن کو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ یہ تبلیغ میں اُن کو عربی زبان میں ہی کرتا ہوں۔ جب میں اُنہیں تبلیغ کر رہا ہوں تاکہ باقی لوگ بھی اسلام لے آئیں تو یکدم میری حالت میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب میں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر باتیں کی جا رہی ہیں، جیسے خطبہ الہامیہ تھا جو

اے عبدالشکور! تجھ کو میں اس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے جاری ہوا۔ غرض میرا کلام اس وقت بند ہو جاتا ہے اور خدا تعالےٰ میری زبان سے بولنا شروع ہو جاتا ہے۔ بولتے بولتے میں بڑے زور سے ایک شخص کو جو غالباً سب سے پہلے ایمان لایا تھا۔ غالباً کا لفظ میں نے اس لئے کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہی شخص پہلے ایمان لایا ہو۔ ہاں غالب گمان یہی ہے کہ وہی شخص پہلا ایمان لانے والا یا پہلے ایمان لانے والوں میں سے بااثر اور مفید وجود تھا۔ بہرحال میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہے اور میں نے اس کا اسلامی نام عبدالشکور رکھا ہے۔ میں اُس کو مخاطب کر کے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ پیشگوئیوں میں بیان کیا گیا ہے میں اب آگے جاؤں گا اس لئے اے عبدالشکور! تجھ کو میں اس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ تیرا فرض ہوگا کہ میری واپسی تک اپنی قوم میں توحید کو قائم کرے اور شرک کو مٹا دے اور تیرا فرض ہوگا کہ اپنی قوم کو اسلام کی تعلیم پر عامل بنائے۔ میں واپس آ کر تجھ سے حساب لوں گا اور دیکھوں گا کہ تجھے میں نے جن فرائض کی سرانجام دہی کے لئے مقرر کیا ہے ان کو تُو نے کہاں تک ادا کیا ہے۔ اس کے بعد وہی الہامی حالت جاری رہتی ہے اور میں اسلام کی تعلیم کے اہم امور کی طرف اُسے توجہ دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تیرا فرض ہوگا کہ ان لوگوں کو سکھائے کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اُس کے بندہ اور اُس کے رسُول ہیں اور کلمہ پڑھتا ہوں اور اس کے سکھانے کا اُسے حکم دیتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی اور آپ کی تعلیم پر عمل کرنے اور سب لوگوں کو اس ایمان کی طرف بُلانے کی تلقین کرتا ہوں۔ جس وقت میں یہ تقریر کر رہا ہوں (جو خود الہامی ہے) تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ ﷺ کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپؐ فرماتے ہیں۔ اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اسکے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر بھی ایسا ہوتا ہے اور آپ فرماتے ہیں اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْد اس کے بعد میں ان کو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں چنانچہ اس وقت میری زبان پر فقرہ جاری ہوا۔ وہ یہ ہے وَاَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ۔ اور میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اُس کا مثیل اور اُس کا خلیفہ ہوں۔ تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا۔ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اِس کے آگے جو الفاظ ہیں کہ مَثِیْلُہٗ میں اس کا نظیر ہوں۔ وَخَلِیْفَتُہٗ اور اس کا خلیفہ ہوں۔ یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کہ وہ حُسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا اس کے مطابق اور اُسے پورا کرنے کے لئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس کا مثیل ہونے اور اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں مَیں بھی مسیحِ موعود ہی ہوں کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اس کے اخلاق کو اپنے اندر لے لیگا وہ ایک رنگ میں اس کا نام پانے کا مستحق بھی ہوگا۔ پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ وہ میں ہوں جس کے ظہور کے لئے اُنیس سَو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی ہیں۔ اور جب میں کہتا ہوں میں وہ ہوں جس کے لیئے اُنیس سَو سال سے کنواریاں اس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی تھیں تو میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان عورتیں اور جو سات یا نَو ہیں۔ جن کے لباس صاف ستھرے ہیں۔ دوڑتی ہوئی میری طرف آتی ہیں۔ مجھے السلام علیکم کہتی اور اُن میں سے بعض برکت حاصل کرنے کے لئے میرے کپڑوں پر ہاتھ پھیرتی جاتی ہیں اور کہتی ہیں ''ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں کہ ہم اُنیس سَو سال سے آپ کا انتظار کر رہی تھیں،،۔ اس کے بعد میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ مَیں وہ ہوں جسے علومِ عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اُس کی دونوں چھاتیوں میں سے دُودھ کے ساتھ پلائے گئے تھے۔ رؤیا میں جو ایک سابق پیشگوئی کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی تھی، اس میں بھی یہ خبر تھی کہ جب وہ موعود بھاگے گا تو ایک ایسے علاقہ میں پہنچے گا جہاں ایک جھیل ہوگی اور جب وہ اس جھیل کو پار کر کے دوسری طرف جائے گا تو وہاں ایک قوم

ہم لڑ کر مر جائیں گے مگر اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے

ہوگی جس کو وہ تبلیغ کرے گا اور وہ اس کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائے گی تب وہ دشمن جس سے وہ موعود بھاگے گا تو ایک ایسے علاقے میں پہنچے گا جہاں ایک جھیل ہوگی اور جب وہ اس جھیل کو پار کر کے دوسری طرف جائے گا تو وہاں ایک قوم ہوگی جس کو وہ تبلیغ کرے گا اور وہ اس کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائے گی۔ تب وہ دشمن جس سے وہ موعود بھاگے گا اس قوم سے مطالبہ کرے گا کہ اس شخص کو ہمارے حوالے کیا جائے مگر وہ قوم انکار کر دے گی اور کہے گی ہم لڑ کر مر جائیں گے مگر اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے چنانچہ خواب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جرمن قوم کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ تم ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ اُس وقت میں خواب میں کہتا ہوں کہ یہ تو بہت تھوڑے ہیں اور دشمن بہت زیادہ ہے۔ مگر وہ قوم باوجود اس کے کہ ابھی ایک حصہ اس کا ایمان نہیں لایا، بڑے زور سے اعلان کرتی ہے کہ ہم ہرگز ان کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم لڑ کر فنا ہو جائیں گے مگر تمہارے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کریں گے۔ تب میں کہتا ہوں دیکھو وہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔

اس کے بعد مَیں پھر ان کو ہدائتیں دے کر اور بار بار توحید قبول کرنے پر زور دے کر اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کر کے آگے کسی اور مقام کی طرف روانہ ہو گیا ہوں۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ اس قوم میں سے اور لوگ بھی جلدی جلدی ایمان لانے والے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے میں اس شخص سے جسے مَیں نے اُس قوم کا خلیفہ مقرر کیا ہے، کہتا ہوں ''جب میں واپس آؤں گا تو اے عبدالشکور! مَیں دیکھوں گا کہ تیری قوم شرک چھوڑ چکی ہے، موحّد ہو چکی ہے اور اسلام کے تمام احکام پر کاربند ہو چکی ہے۔

یہ وہ رؤیا ہے جو مَیں نے جنوری 1944ء مطابق صلح 1323 ہش میں دیکھی اور جو غالباً پانچ اور چھ کی درمیانی شب بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات میں ظاہر کی گئی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میری نیند بالکل اُڑ گئی اور مجھے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی کیونکہ آنکھ کُھلنے پر مجھے یوں محسوس ہوتا تھا گویا مَیں اردو بالکل بھول چکا ہوں اور صرف عربی ہی جانتا ہوں۔ چنانچہ

اُنیس سو سال سے کنواریاں میرا انتظار کر رہی تھیں

کوئی گھنٹہ بھر تک میں اس رؤیا پر غور کرتا اور سوچتا رہا مگر میں نے دیکھا کہ میں عربی میں ہی غور کرتا تھا اور اُسی میں سوال و جواب میرے دل میں آتے تھے۔

اس رؤیا میں تین پیشگوئیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک پیشگوئی تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں نے ہی کی ہے یا کسی سابق غیر معروف نبی نے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس نبی کی پیشگوئی ہے اور آیا دنیا کے سامنے اس رنگ میں یہ پیشگوئی پیش بھی ہو چکی ہے یا نہیں؟ لیکن اس کے علاوہ دو اور پیشگوئیوں کی طرف اس میں اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی پیشگوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ اُنیس سو سال سے کنواریاں میرا انتظار کر رہی تھیں، وہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک پیشگوئی ہے جس کا انجیل میں ذکر آتا ہے۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں۔ ''جب مَیں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو بعض قومیں مجھے مان لیں گی اور بعض قومیں انکار کریں گی،،۔ آپ ان اقوام کا تمثیلی رنگ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''ان کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے کچھ کنواریاں اپنی اپنی مشعلیں لے کر دولہا کے استقبال کو نکلیں۔ وہ دولہا کے انتظار میں بیٹھی رہیں اور بیٹھی رہیں مگر دولہا نے آنے میں بہت دیر لگائی۔ جو عقلمند تھیں انہوں نے تو اپنی مشعلوں کے ساتھ تیل بھی لے لیا تھا مگر جو بیوقوف تھیں انہوں نے مشعلیں تو لے لیں مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا۔ جب دولہا نے بہت دیر لگائی تو سب اونگھنے لگیں۔ تب جو بے احتیاط عورتیں تھیں انہوں نے معلوم کیا کہ ان کا تیل ختم ہو رہا ہے اور انہوں نے دوسری عورتوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو کیونکہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا 'ہم تمہیں تیل نہیں دے سکتیں۔ اگر دے دیں تو شاید ہمارا تیل بھی ختم ہو جائے۔ تم بازار میں جاؤ شاید تمہیں وہاں سے تیل مل جائے۔ جب وہ مول لینے کے لئے بازار گئیں تو پیچھے سے دولہا آ پہنچا اور وہ جو تیار تھیں ان کو ساتھ لیکر قلعہ میں چلا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ بے احتیاط عورتیں بھی آئیں اور دروازے کو کھٹکھٹا کر کہنے لگیں ہمارے لئے بھی دروازہ کھولا جائے۔ ہم اندر آنا چاہتی ہیں۔ مگر دولہا نے جواب دیا 'تم نے میرا انتظار نہ کیا، تم نے پوری طرح احتیاط نہ برتی۔ اس لئے اب صرف انہی کو حصہ ملے گا جو چوکس تھیں۔ تمہارے لئے دروازہ نہیں کھولا جا سکتا۔

یہ درحقیقت حضرت مسیح ناصری کی اپنی بعثت ثانیہ کے متعلق ایک پیشگوئی تھی جو انجیل میں پائی جاتی ہے۔ پس رؤیا میں مَیں نے جو یہ کہا کہ ''مَیں وہ ہوں جس کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں اس سمندر کے کنارے انتظار کر رہی تھیں،،۔ اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے میرے زمانہ میں یا میری تبلیغ سے یا ان علوم کے ذریعہ سے جو اللہ تعالیٰ نے میری زبان اور قلم سے ظاہر فرمائے ہیں ان قوموں کو جن کے لئے حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا مقدر ہے اور جو حضرت مسیح ناصریؑ کی زبان میں کنواریاں قرار دی گئی ہیں، ہدایت عطا فرمائے گا اور اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ میرے ہی ذریعہ سے ایمان لانے والی سمجھی جائیں گی اور یہ جو فرمایا کہ مَثِیْلُہٗ، وَخَلِیْفَتُہٗ، اس خدائی الہام نے وہ بات جو ہمیشہ میرے سامنے پیش کی جاتی تھی اور جس کا جواب دینے سے ہمیشہ میری طبیعت انقباض محسوس کیا کرتی تھی آج میرے لئے بالکل حل کر دی ہے۔ یعنی اس الہامِ الٰہی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی جو مصلح موعود کے متعلق تھی خدا تعالیٰ نے میری ہی ذات کے لئے مقدر کی ہوئی تھی۔ لوگوں نے کہا اور بار بار کہا کہ آپ کی ان پیشگوئیوں کے بارہ میں کیا رائے ہے؟ مگر میری یہ حالت تھی کہ میں نے کبھی سنجیدگی سے ان پیشگوئیوں کو پڑھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی اس خیال سے کہ میرا نفس مجھے کوئی دھوکا نہ دے اور میں اپنے متعلق کوئی ایسا خیال نہ کر لوں جو واقعہ کے خلاف ہو۔

(تاریخ احمدیت جلد نہم، صفحہ ۴۹۲ تا ۵۰۱)

بقیہ حضرت مصلح موعودؓ کا سفر یورپ

یہ نہیں ہو سکتا جب تک وہاں کے حالات کا عینی علم حاصل نہ ہو۔ پس اس وجہ سے باوجود صحت کی کمزوری کے میں نے اس سفر کو اختیار کیا ہے۔

جماعت کے لئے نصیحت

اسی سفر کے دوران حضورؓ نے جماعت کو نصیحت فرمائی:

اگر میں زندہ رہا تو میں انشاء اللہ اس علم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔ اگر میں اس جدوجہد میں مر گیا تو اے قوم! میں نذیر عریاں کی طرح تجھے متنبہ کرتا ہوں کہ اس مصیبت کو کبھی نہ بھولنا۔ اسلام کی شکل کو کبھی نہ بدلنے دینا۔ جس خدا نے مسیح موعودؑ کو بھیجا ہے وہ ضرور کوئی راستہ نجات کا نکال دے گا۔ پس کوشش نہ چھوڑنا، نہ چھوڑنا، نہ چھوڑنا، آہ نہ چھوڑنا۔

اس شمارے کی تیاری کے لئے ادارہ محترم فضل الٰہی انوری صاحب، مکرم راشد خان صاحب کولون اور مکرم محمد الیاس مجوکہ صاحب کا ممنون ہے۔ جن کے تعاون سے اس شمارے میں شامل نایاب قسم کا تاریخی مواد میسر آیا۔ جزاکم اللہ